قرآن شناسی

حاکمیت قرآن

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابٌ اَنۡزَلۡنَاہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِ رَبِّھِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ (ابراہیم/۱)

قرآن آپ پر ہم نے اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی میں نکال کر لے جائیں ان کے رب کے حکم سے غالب وقابل (صد ہزار) حمد ذات کے راستہ کی طرف۔

رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ''اِذَا الۡتَبَسَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیۡلِ الۡمُظۡلِمِ فَعَلَیۡکُمۡ بِالۡقُرۡآنِ فَاِنَّہٗ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ مَاحِلٌ مُصَدِّقٌ مَنۡ جَعَلَہٗ اَمَامَہٗ قَادَہٗ اِلَی الۡجَنَّۃِ وَمَنۡ جَعَلَہٗ خَلۡفَہٗ سَاقَہٗ اِلَی النَّارِ-----اِلَخ''

جب اندھیری رات کے تاریک حصوں کی طرح فتنے تمہارے لئے الجھنیں پیدا کردیں تو تمہیں قرآن ہی سے وابستہ رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ قرآن شفاعت، سفارش، کرنے والا ہے، اس کی شفاعت قبول ہے قرآن تصدیق شدہ مدبر ہے جس نے اسے اپنے سامنے رکھا قرآن اسے جنتمیں لے جائیگا اور جس نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا وہ ایسے شخص کو جہنم پہونچا دیگا۔ وہ بہترین راستے کا رہنما ہے۔ وہ ایسی کتاب ہے جس میں تفصیل وتشریح اور نتیجہ خیزی ہے۔ وہ حتمی وقطعی (کتاب فیصلہ کن) ہے۔ غیر سنجیدہ چیز نہیں۔ اسکا ظاہر ہے اسکا باطن ہے۔ اسکا ظاہر حکم (وفیصلہ) ہے اور اسکا باطن علم ہے اسکا ظاہر دلکش وحسین، اسکا باطن گہرا، اسکی تہہ ہے پھر تہوں پر تہیں ہیں۔ اسکے عجائب کا شمار اور اسکے غرائب (ندرتوں) پر کہنگی نہیں۔ قرآن میں ہدایتوں کے چراغ اور حکمتوں کے مینار ہیں۔ جو صفات کو سمجھ لے اسکی معرفت پر قرآن رہنما ہے۔

نظر دوڑانے والے کو اسے دیکھنا چاہیئے اور نگاہ کو اسکے صفات تک رسائی حاصل کرنا ضروری ہے قرآن مبتلاء ہلاکت کو نجات اور مشکلوں میں پھنسے ہوئے کو خلاصی دلاتا ہے۔

اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

وَاعۡلَمُوۡا اَنَّ ھٰذَا الۡقُرۡآنِ ھُوَ النَّاصِحُ الَّذِیۡ لَایَغُشُّ وَالۡھَادِیۡ الَّذِیۡ لَایُضِلُّ-------اِلَخ

یاد رکھو! یہ قرآن (مجید) وہ مخلص ہے جو کبھی گمراہ نہیں کرتا، وہ سخن گو ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ جو بھی قرآن کے ساتھ بیٹھتا ہے تو یا کچھ زیادہ لیکر یا کمی لیکر اٹھتا ہے۔ ہدایت میں اضافہ اور نابینائی (جہالت) میں کمی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی جو

تعریف کی ہے (اور اسکا جس طرح تعارف فرمایا ہے) آج امت اسلامیہ کے لئے خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ جس قسم کی تہہ در تہہ تاریکیوں اور کالے بادلوں سے مسلمانوں کی زندگی کا ماحول آج تاریک ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ یہ درست ہے کہ اسکا پہلا مرحلہ وہ تھا جب اسلامی خلافت، طاغوتی سلطنت سے بدلی۔ قرآن حکیم درحقیقت ایک اوپری قسم کے تکلف میں (اور رسم میں) شمار ہونے لگا۔ اسماً نہیں۔ وہ مسلمانوں کی زندگی کی سطح سے باہر ہو گیا۔ لیکن بیسویں صدی کے عہد جاہلیت میں سیاسی پیچ وخم اور پروپیگنڈے کے ایسے مرحلے میں داخل کر دیا گیا ہے کہ جو کہیں زیادہ خطرناک اور کہیں زیادہ فکر مند کرنے والی بات ہے۔

سب سے بڑا ذریعہ اور مؤثر ترین حیلہ، جس سے اسلام کو ایک گوشہ میں کیا جا سکتا تھا، یہی تھا کہ مسلمان عوام کے دل ودماغ کی فضا سے قرآن کو نکال دیا جائے۔ اسلامی ممالک میں استعماری طاقتوں کے آتے ہی یہ کام نقطۂ مرکزی اور بیرونی اقتدار طلب لوگوں کا عمل بن گیا، طرح طرح کے طور طریقوں سے یہ راستہ اختیار کیا گیا۔

قرآن، جسے خود اسی کتاب مقدس میں نور، ہدایت، حق کو باطل سے جدا کرنے والا، زندگی، میزان، شفا، ذکر، جیسے نام دیئے گئے ہیں۔ اسی وقت ان خصوصیات کا مظہر ہو سکے گا جب پہلے مرکز فکر وفہم اور دوسرے مرحلے میں محور عمل قرار پائے۔

صدر اول، اسلامی حکومت کے دور میں قرآن ہی حرف آخر اور فیصلہ کن حکم تھا۔ حد یہ ہے کہ خود کلام پیغمبر اکرمؐ کو اسی کی بنیاد پر پرکھتے تھے۔ معاشرہ میں علماء قرآن صحیح قدرو منزلت کے حامل تھے۔ حضورؐ نے لوگوں کو سمجھایا تھا:

اَشْرَفُ اُمَّتِیْ اَصْحَابُ اللَّیْلِ وَ حَمَلَۃُ الْقُرْآنِ

میری امت کے معزز لوگ شب بیدار (نماز شب پڑھنے والے) اور حاملین قرآن ہیں۔

حمل قرآن، قرآن یاد کرنا، اسکا سمجھنا، اور اس پر عمل کرنا ہے۔ ان دنوں یہ صفت ایک معاشرتی ''قدر'' تھی زندگی کی ہر مشکل میں قرآن کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ہر بات کو ماننے نا ماننے کو دعوے کو پرکھنے اور ہر رویّے کو قبول کرنے نہ کرنے کا معیار قرآن تھا۔ وہ لوگ حق وباطل کو قرآن کے ذریعہ پہچانتے، اسکے بعد زندگی کے میدان میں اسکے نمونے دیکھتے اور معین کرتے تھے۔ جب سے اسلامی معاشروں پر مسلط ہونے والی قوتیں اسلامی اقدار سے تہی دست اور اجنبی ہونے لگیں اسی وقت سے انہوں نے قرآن کو جو حق وباطل میں فرقان ہے اپنے لئے رکاوٹ سمجھنا شروع کیا پھر اس مہم کا آغاز ہوا کہ خدا کا کلام زندگی کے میدان سے ہٹا دیا جائے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دین، معاشرتی زندگی سے جدا، دنیا آخرت سے الگ ہو گئی اور حقیقی دینداروں اور دنیا طلب طاقتوروں میں ٹھن گئی۔ زندگی کے میدانوں اور مسلمانوں کے معاشرے میں اسلام کو انتظامی منصب سے ہٹا دیا گیا۔ اسکا تعلق عبادت گاہوں، مسجدوں اور گوشہائے دل سے سمجھ لیا گیا۔ یوں ایک طویل نقصان رساں فراق زندگی و دین رونما ہوا۔ مغربی تسلط صلیبی وصیہونی ہمہ جہت حملوں سے پہلے اگرچہ حقیقی

معنوں میں قرآن زندگی کے میدان میں غالب نہ تھا، مگر یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کے دل و دماغ پر کم وپیش (اسکا ایک اثر تھا) صلیبی وصیہونی حملہ آور اسے بھی برداشت نہ کر سکے جو قرآن آشکار احکم دیتا ہے'' ان کے لئے جتنی قوت اور جتنے رہواروں کی طاقت تم سے جمع ہو سکے جمع کرو (سامان جنگ مہیا کرو) الانفال/ ۶۰ جو قرآن فرماتا ہے'' اور اللہ ہرگز کافروں کو مومنوں پر غلبہ نہیں دیگا'' النساء/ ۱۴۱

جو قرآن مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی، دشمنوں پر سخت گراں اور غضب ناک دیکھنا پسند کرتا ہے۔ وہ قرآن ایسے لوگوں کے لئے نا قابل برداشت تھا جو مسلمانوں کے معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیکر ان پر مسلط ہو کر انکا سب کچھ تباہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ اقتدار حاصل کرنے والے اچھی طرح سمجھ چکے تھے کے عوام کی قرآن سے اپنی زندگی میں تھوڑی سی بھی وابستگی ان کے اقتدار اور نفوذ کی راہ کو ناہموار بنا دیگی۔ لہٰذا انہوں نے قرآن کو یکسر ہٹا دینے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن یہ منصوبہ ہرگز عملی جامہ نہ پہن سکے گا، خدا نے امت اسلامیہ سے قرآن کی دائمی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسکے باوجود دشمنوں کے اس مدعا کو انجام تک پہونچانے کے ارادے اور اسکے نتائج واثرات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔

آج مسلمانوں کی زندگی پر ایک نظر ڈالئے، قرآن کہاں ہے؟ سرکاری اداروں میں ہے؟ اقتصادی نظام میں ہے؟ روابط کے نظم ونسق اور عوام کے باہمی تعلقات میں ہے؟ اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں ہے؟ خارجہ سیاست یا حکومتوں سے تعلقات میں قرآن ہے؟ عوام میں قومی سرمایہ کی تقسیم میں ہے؟ اسلامی معاشرے کے سربراہوں کے اعداد وخصائل میں، اقوام وملل کے مختلف طبقات میں جن کے کم وبیش اثرات ہیں، کہیں قرآن نظر آتا ہے؟ اسلامی احکام کی انفرادی رفتار میں، زن ومرد کے روابط میں، خوراک ولباس میں؟ زندگی کے کس اصلی پرتو میں قرآن ہے؟ ایوانوں میں؟ امانتوں اور بینک ڈپاذٹ میں؟ معاشرت میں؟ آخر انسانوں کے عوامی اور سماجی تحریکات میں کہاں قرآن ہے؟ زندگی کے اتنے میدان ہیں۔ مسجدوں اور میناروں، عوام فریبی اور ریا کاری کے لئے ریڈیو کے چند پروگرام البتہ مستثنٰی ہیں۔ مگر کیا قرآن فقط اسی لئے ہے؟ سید جمال الدین سو برس پہلے اس بات پر روئے تھے کہ قرآن ہدیہ دینے اور آرائش و زینت، قبرستان میں تلاوت کرنے، طاقوں میں رکھنے کے لئے رہ گیا ہے۔ بتایئے سو سال میں کوئی فرق پڑا ہے؟ کیا امت قرآن کی حالت پریشان کن نہیں ہے؟ بات یہ ہے کہ قرآن انسانی زندگی کی کتاب ہے اور انسان کی حد نہیں ہے۔ انسان ترقی پذیر ہے۔ انسان کی بہت سی جہتیں ہیں۔ وہ انسان جسکی ترقی پذیری کی حد اور سرحد نہیں۔ ہر زمان وہ راہنما و معلم ودستگیر ہے انسان کو مہذب اور موزوں زندگی فقط قرآن ہی کے ذریعہ سکھائی جاسکتی ہے۔ ظلم، نسلی امتیاز، فتنہ وفساد، جھگڑے، سرکشی، ناروائی، رسوائی، خیانت جو انسانی تاریخ کے طویل دور میں ہوئی اور انسان کے نشونما اور ترقی میں رکاوٹ رہی ہے اسے قرآن ہی کے ذریعہ دور کیا جاسکتا ہے انسانی زندگی کا منشور

قرآنی ہدایات بناتیں ہیں، فقط وہی عمل ہے اور بس۔قرآن کی طرف رجوع انسان کی شائستہ زندگی کی طرف رجوع ہے اس عمل کی ذمہ داری قرآن پر ایمان رکھنے والوں پر عموماً اور قرآن شناس حضرات پر ان سے زیادہ ہے۔یہ علماء اور خطباء کی ذمہ داری ہے۔قرآن کی طرف رجوع ایک نعرہ ہے یہ نعرہ اگر حقیقت بن جائے تو یہ حقیقت حق و باطل میں فرق کردے۔جو قوتیں قرآن کی طرف بازگشت کو برداشت نہیں کرسکتیں، مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسی قوموں کو برداشت نہ کریں۔

برادران و خواہران اسلام!

ہم بھی قرآن سے دور افتادہ بین الاقوامی قرآن دشمن منصوبہ کی آسیب زدہ تھے، قرآن کی طرف بازگشت کا لطف نہیں دیکھا تھا۔ایران کا پرشکوہ اسلامی انقلاب، اور نظام جمہوری اسلامی کا قیام اس بازگشت کی ایک برکت کا اثر ہے۔آج یہ قوم، زندگی کی فضا، معاشرتی تعلقات حکومت کی تشکیل و ہیئت، اپنے رہنماؤں کے اخلاق و عادات سیاست خارجہ، نظام تعلیم و تربیت میں قرآنی تعلیمات کے کچھ شرارے دیکھ رہی ہے۔اب تک بہشت قرآن کی ایک نسیم کا جھونکا ہم تک آیا ہے لیکن اس حقیقی جنت کے اندر جانے کا راستہ کھلا ہے۔

ہمیں فخر ہے، ہم نے گوش ہوش صدائے قرآن کے حوالہ کردئے ہیں۔تمام اقوام کی ذمہ داری بھی یہی ہے خصوصاً علماء دین، دانشور، خطیب، لکھنے والے اور محقق حضرات پر یہ سب سے بڑا فریضہ ہے۔

''اسلامی فکر'' کانفرنس نے اگر قرآنی معارف پیش کئے اور معرفت قرآن کے موضوع کی طرف نئے قدم بڑھائے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اسنے اپنا مشن پورا کرلیا۔اس کانفرنس کے پروگرام میں جو موضوع زیر بحث آئیں وہ ذہنوں کو مطمئن کریں کہ زندہ انسانی معاشرہ کی گردش و حرکت کے لئے ہر چیز قرآن میں موجود ہے۔ذہنی معلومات سے عملی اندازوں اور رہنما حرکت آفرین، اور نظام بخش عقیدے سے لیکر اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے رنگارنگ نظام تشکیل دینے والے معاملات تک۔اور گذشتہ تاریخ بشر کی تحلیل و تجزیہ سے مستقبل کی پیشین گوئی تک۔آج تمام فلسفے، تمام نظریات، مادی آئیڈیالوجی کے رنگارنگ پہلو ذہنی و عملی بھول بھلیوں تک پہونچ چکے ہیں، وہ انسانی قوتوں کو سمیٹنے اور ایک دوسرے کو جذب کرنے سے عاجز ہو چکے ہیں۔

اب قرآن کی حاکمیت کا دور ہے۔وہی انسان کے ذہنی و عملی خلاء کو پر کریگا وہ ''لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ'' کی بشارت دے رہا ہے۔

بھائیوں اور بہنو!

اطلاعات سے عمل، تلاوت سے تفسیر، قبول ذہنی سے وجود خارجی تک اپنی کوششوں کا محور قرآن کو قرار دیجئے، اسی کا اتباع کیجئے۔قرآن کی طرف رجوع و بازگشت کا نعرہ اپنے ملکوں اور اپنے عوام میں لے جایئے اور اس نصب العین کو عملی بنانے کے لئے عوام کو قریب لایئے اور ان کی ہمت بڑھایئے۔

اس مبارک کوشش میں مجھے امید ہے کہ روح قرآن آپکی مدد اور رہنمائی کریگی۔